شمارہ نمبر
618

حُبِ دنیا

مثالی مجلہ

ادارہ اشاعت علوم اسلامیہ (رجسٹرڈ)
چہلیک کچہری روڈ، ملتان۔ فون: 4549675
رجسٹرڈ نمبر
M-23

حُبِ دنیا

خرم مراد

نبی اکرم ﷺ نے اپنی اُمت کو اللہ کی کتاب پہنچائی اور خود اس پر عمل کر کے یہ بتایا کہ زندگی بسر کرنے کا صحیح راستہ کیا ہے اور اس اُمت سے وابستہ لوگوں کو اپنی زندگی کس طرح بسر کرنی چاہیۓ۔ اس کے ساتھ ہی آپ ﷺ نے اپنے مختلف ارشادات میں اس بات کی بھی تعلیم دی ہے کہ آنے والی امت کو کس قسم کے حالات سے دوچار ہونا پڑ سکتا ہے۔ جو امراض پیدا ہوں گے، جو خرابیاں پیدا ہوں گی ان کا سبب کیا ہوگا اور ان کا علاج کیا ہے۔ آج جو حدیث میں نے آپ کے سامنے رکھی ہے، وہ اسی موضوع پر ہے۔ آپ محسوس کریں گے کہ گویا اس کے اندر آج کے زمانے کی تصویر کھینچ دی گئی ہے۔

حضرت سوداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بہت قریب ہے کہ بہت ساری قومیں آپس میں ایک دوسرے کو تمہارے خلاف بلائیں گی جس طرح کھانے والے ایک دوسرے کو اپنے دستر خوان کی طرف بلاتے ہیں۔ کسی پوچھنے والے نے پوچھا کہ کیا اس کی وجہ یہ ہوگی کہ ہم تعداد میں کم ہوں گے اور اس دن ہم اس حالت کو پہنچ جائیں گے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: نہیں، تم اس روز تعداد میں بہت زیادہ ہو گے لیکن تم

اس جھاگ کی طرح ہو گے جو پانی کے اوپر یا دریا اور سمندر کے اوپر ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ تمہارے دشمنوں کے دل سے تمہارا خوف، ہیبت اور رعب نکال دے گا اور تمہارے دلوں کے اندر وہن ڈال دے گا۔ ایک پوچھنے والے نے پوچھا کہ یہ وہن کیا چیز ہے؟ فرمایا: دُنیا سے محبت اور موت سے نفرت۔

اس روایت کو ابوداؤد نے اپنی کتاب میں درج کیا ہے۔ اس حدیث پر آپ غور کریں۔ پہلے تو آپ ﷺ نے تصویر کھینچی ہے اور فرمایا کہ ایک وقت ایسا آئے گا جب دنیا کی قومیں تمہارے خلاف ہو جائیں گی۔ صرف جمع ہی نہیں ہو جائیں گی بلکہ ایک دوسرے کو بلائیں گی کہ وہ تمہارے خلاف لڑائی لڑیں اور تمہیں کمزور کریں۔ اس کی مثال آپ ﷺ نے اس طرح دی کہ جس طرح کھانے والے ایک دوسرے کو دستر خوان کی طرف بلاتے ہیں۔ جب کھانا لگ جاتا ہے تو دوسروں کو کہتے ہیں کہ آیئے، بیٹھیے، کھایئے۔ تمہاری حالت بھی اس دستر خوان کی سی ہو جائے گی اور تم دوسری قوموں سے ڈرنے والے بن جاؤ گے۔

جب یہ تصویر نگاہوں کے سامنے آتی ہے تو ظاہر کی نظر تو یہی سوچ سکتی ہے کہ اس کی کوئی مادی وجہ ہوگی۔ چنانچہ ایک پوچھنے والے نے پوچھ لیا کہ کیا یہ تعداد میں کمی کی وجہ سے ہوگا کہ ہم اس دن اس حالت کو پہنچ جائیں گے۔ اس زمانے میں تعداد ہی پر اصل قوت کا انحصار تھا۔ لڑائی میں بھی فوجوں پر انحصار ہوتا تھا۔ قوموں کے غلبے اور برتری میں بھی تعداد پر انحصار ہوا کرتا تھا۔ اس لئے مال اور بیٹے ان دو کا ذکر قرآن مجید نے بار بار کیا ہے۔ لیکن ظاہر ہے کہ تعداد سے مراد یہاں نفری نہیں ہے۔ اگر ہم تھوڑا سوچیں تو اس کے اندر ہر قسم کے مادی وسائل شامل ہیں۔ کیا ہمارے پاس مال کی کمی ہوگی؟ اس لئے کہ جس وقت یہ بات کہی جا رہی ہے، اس وقت تو مسلمانوں کی تعداد

بہت تھوڑی تھی اور مال بھی نہیں تھا اور دنیاوی وسائل بھی نہیں تھے اور ساز و سامان بھی نہیں تھا اور اسلحہ اور قوت بھی نہیں تھی۔ پوچھا: کیا ہم کم ہو جائیں گے؟ قلت میں تعداد کے ساتھ ساتھ ہر چیز کی قلت شامل ہے۔ نبی کریم ﷺ نے اس کی اصلاح فرمائی اور فرمایا کہ دنیا کی قوتیں تمہارے اوپر اس وجہ سے نہیں ٹوٹ پڑیں گی۔ اس کی وجہ یہ نہیں ہوگی کہ تم قوت میں، تعداد میں بہت کم ہوگے بلکہ اس کی وجہ کچھ اور ہوگی۔ تمہاری تعداد بھی زیادہ ہوگی، تمہاری قوت بھی زیادہ ہوگی، مال اور اسباب بھی تمہارے پاس ہوگا، کسی چیز کی کمی نہیں ہوگی لیکن اتنی بڑی تعداد کے باوجود اور ساری مادی قوت کے باوجود، ہوائی جہاز بھی ہوں گے، ٹینک بھی ہوں گے، توپیں بھی ہوں گی، پٹرولیم بھی ہوگا، ان سب کے باوجود تمہارا وزن اس طرح ہوگا جس طرح پانی کے اوپر جھاگ ہوتا ہے۔ جھاگ کا وزن نہیں ہوتا۔ بظاہر دیکھنے میں تو بہت نظر آتا ہے لیکن اس کے اندر کوئی صلاحیت اور استعداد نہیں ہوتی۔ وہ دنیا میں کوئی کام نہیں کرسکتا۔

اللہ تمہارے دشمنوں کے دل سے تمہارا خوف، تمہارا رعب اور تمہاری ہیبت سب کچھ نکال دے گا۔ دشمن تم سے ہرگز نہیں ڈریں گے اور جس طرح چاہیں گے تمہارے خلاف سازشیں کریں گے۔ جس طرح چاہیں گے تمہیں اپنا آلہ کار بنائیں گے۔ جس طرح چاہیں گے تمہارے مال و اسباب کو کھائیں گے، تمہارے وسائل کے اوپر قبضہ کریں گے۔ دشمن تم سے نہیں ڈرے گا۔ تمہاری تعداد اور اسلحے کے باوجود اس کے دل میں تمہارا خوف نہیں ہوگا۔ اللہ تعالیٰ تمہارے دلوں میں وہن ڈال دے گا۔ نبی کریم ﷺ نے وہن کا لفظ استعمال کیا۔ وہن کے معنی کمزوری کے ہوتے ہیں۔ ایک صحابی رضی اللہ عنہ نے سوال کر دیا کہ وہن کا کیا مطلب ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: دنیا کی محبت اور موت سے نفرت۔

اس حدیث پر آپ غور کریں تو آپ کو نظر آئے گا کہ آج واقعی ہماری حالت یہی

ہے اور آج ہی نہیں ہے، تقریباً ڈیڑھ دوسو سال سے یہی حالت ہے۔ اس سے پہلے بھی ایک دفعہ اسی طرح کی حالت ہو چکی ہے۔ یہ وہ وقت تھا جب منگول اُٹھ کر آئے تھے اور انہوں نے مسلمانوں سے مل کر اور کبھی ان کو اپنا آلہ کار بنا کر، ان کی قوت کے بل پر ایک سرے سے دوسرے سرے تک مسلمانوں کے ممالک پر قبضہ کیا، ان کی آبادیوں کو تخت و تاراج کیا، ان کی تلوار سے ان کی گردنیں کاٹیں، سروں کے مینار تعمیر کئے۔ مسلمانوں کی تہذیب اور تمدن کے بڑے بڑے عالی شان مراکز تھے، کسی چیز کی کمی نہیں تھی، سب تباہ کر دیئے۔ 1258ء میں بغداد پر ہلاکو خان کے قبضے کے بعد بغداد کی اینٹ سے اینٹ بجائی گئی، کتب خانے جلا دیئے گئے، یونیورسٹیاں جلا دی گئیں، اتنے لوگ قتل کئے گئے کہ دریائے دجلہ کا پانی خون سے سرخ ہو گیا۔ تاتاریوں کا بغداد کے اوپر قبضہ مسلمانوں کی تاریخ کا سب سے بڑا حادثہ شمار ہوتا ہے۔

جب مغربی اقوام اُٹھیں تو دوسرا دور آیا۔ انڈونیشیا، ملائشیا، تیونس، الجزائر، ہندوستان، اردن کوئی ملک ایسا نہیں ہے جو ان کے غلبے سے بچ گیا ہو، جس کے وسائل پر انہوں نے قبضہ نہ کر لیا ہو۔ انگریز اور فرانسیسی اور ولندیزی سب آپس میں مل گئے اور انہوں نے مسلمانوں کی تباہی مچائی۔ آپ ﷺ نے جو تصویر کھینچی ہے، یہ آج کے دن کی نہیں ہے، بلکہ ایسے دور پہلے بھی آئے ہیں اور اب بھی آیا ہوا ہے۔ اب بھی آپ دیکھتے ہیں کہ مسلمانوں کے مال و اسباب پر قبضہ کرنے کے لئے اور انہیں ذلیل کرنے کے لئے پوری دنیا ایک ہو گئی ہے۔ اتنی بڑی تعداد کے باوجود کہ ایک ارب سے زائد مسلمان ہیں، پورے اس کرہ ارض پر جتنے لوگ بھی چل پھر رہے ہیں، اس میں ہر پانچواں آدمی مسلمان ہونے کا دعوے دار ہے، کلمہ پڑھتا ہے، اللہ کے رسولؐ پر ایمان کا بھی مدعی ہے۔ مسلمان ممالک میں 90 کروڑ ہیں اور ان کی اپنی حکومتیں ہیں اور 40 کروڑ

اقلیت کی حیثیت سے دنیا کے ہر ملک میں موجود ہیں۔ آج مسلمانوں کی تعداد بہت زیادہ ہے۔ اگر آپ ان کی فوجوں کو جمع کریں، ان کے ٹینکوں کو جمع کریں، ان کے ہوائی جہازوں کو جمع کریں، تو تعداد میں بہت زیادہ ہیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ تم تعداد میں بہت زیادہ ہوگے، اس کے باوجود دشمن کے دل پر تمہارا کوئی رعب اور ہیبت نہیں ہوگی۔ تمہارے خوف سے کوئی رُکے گا نہیں، ڈرے گا نہیں کہ تمہارے اوپر حملہ نہ کرے اور تمہیں نقصان نہ پہنچائے۔ اس کی وجہ یہ ہوگی کہ تم وہن کا شکار ہوگے اور وہن کی تعریف آپ ﷺ نے فرمائی: دنیا کی محبت اور موت کا خوف۔ بظاہر تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ بات کچھ تصوف سے اور اخلاقی روحانی اصلاح سے تعلق رکھتی ہے۔ اس بات کا تعلق قوموں کی ذلت اور عزت کے ساتھ، ان کی شکست اور فتح کے ساتھ اور دنیا میں ان کے مقام سے کیا ہوسکتا ہے؟

اصل میں یہ بات اچھی طرح سمجھنے کی ہے کہ قوموں کی زندگی اور عروج اور زوال کا انحصار مادی چیزوں اور مادی عوامل پر بالکل نہیں ہے اور نہ ہی ان کی تعداد پر ہے۔ جہاں تک بغداد کا تعلق ہے، تو مسلمانوں نے خود دیکھا ہے کہ عرب سے نکل کر آئے تو ایک سو کے مقابل میں دس بھاری ہوتے تھے۔ غلبے کا انحصار اسلحہ پر بھی نہیں ہے، مسلمانوں کے پاس کوئی ایسا اسلحہ نہیں تھا جو رومیوں اور ایرانیوں کے پاس تھا۔ اس کے باوجود وہ کامیاب ہوئے۔ اس کے بعد بھی تاریخ یہ مناظر پیش کرتی رہی ہے کہ تھوڑی تعداد بڑی تعداد پر غالب آگئی۔ اصل چیز جو قوموں کو عزت اور بلندی کی ضمانت دیتی ہے وہ یہ ہے کہ ان کے سامنے کوئی مقصد ہو۔ ضروری نہیں کہ یہ مقصد حق ہو۔ کوئی بھی مقصد ہو، اس کے ساتھ ان کو محبت ہو، اس کو وہ اپنا مقصد سمجھیں، اس کے لئے وہ جدوجہد کرنے کے لئے تیار ہوں، ضرورت پڑے تو دنیا کے نفع کے اوپر ترجیح دینے کو

تیار ہوں، اس کے لئے اپنی جانیں بھی دینے کے لئے تیار ہوں، موت سے نہ ڈریں۔ جس قوم کے اندر کسی مقصد کی محبت پیدا ہو جائے اور وہ اس کی خاطر دنیا کے ہر نفع کو ترک کردے اور موت کے منہ میں جانے کو تیار ہو جائے، تو وہ کوئی بھی قوم ہو، کوئی بھی مقصد ہو، اور وہ اپنے مقصد سے محبت رکھتی ہوگی، اس کے لئے جان قربان کرنے کو تیار ہوگی، اس کے لئے دنیاوی تکالیف اٹھانے کو تیار ہوگی تو اس قوم کو اللہ تعالیٰ دنیا کے اندر غالب کرے گا اور عزت دے گا۔ اور جس کے اندر سے یہ چیزیں نکل جائیں تو پھر اس کا کوئی مقام باقی نہیں رہتا۔

انسان کے جسم میں جب تک روح ہے، اس کی سانس آتی ہے اور جاتی ہے، وہ چل پھر سکتا ہے، اپنے کام کرسکتا ہے، تجارت کرتا ہے، کاروبار کرتا ہے، ملازمت کرتا ہے اور بے شمار کام کرتا ہے۔ لیکن یہ سب کچھ ایک سانس کے ساتھ بندھا ہوا ہوتا ہے۔ اس سانس کا آنا جانا بند ہوا اور روح نکل گئی تو بظاہر وہ جسم تو ایسے کا ایسا ہی رہتا ہے، لیکن اس کی ساری طاقت، صلاحیت اور استطاعت ختم ہو جاتی ہے۔ وہی ہاتھ اور پاؤں، وہی دماغ، وہی زبان ہر چیز موجود ہے لیکن بے حس و حرکت، کوئی جو چاہے اس مردہ جسم کے ساتھ کرسکتا ہے۔

اسی طرح قوموں کی اپنے مقصد سے محبت جسم میں روح کی طرح ہے۔ زندگی اور عروج اس سے وابستہ ہے۔ اقبال نے کہا ہے کہ: مقصد کے لئے جدوجہد کرنے کا جذبہ، قوموں کی زندگی کی جڑ ہے اور یہ آرزو کے اندر پوشیدہ ہے۔ آرزو کیا ہے؟ کچھ کر جانے کا عزم، کہیں پہنچ جانے کی تمنا، کسی کو حاصل کر لینے کا جذبہ۔ تو آرزو کے اندر زندگی کی جڑ پوشیدہ ہے اور اس آرزو کے لئے جستجو ضروری ہے۔ جستجو کے معنی جہاد اور کوشش کے ہیں، اس کے لئے دنیا کے نقصان اٹھانے اور اپنی جان قربان کرنے تک۔

دنیا کی محبت اتنی غالب نہ ہو کہ مقصد نگاہوں سے غائب ہو جائے۔قوموں کی زندگی کی جڑ، جو اس کی روح، اس کی اصل ہے ان دو چیزوں کے اندر ہے: ایک آرزو اور ایک جستجو، ایک مقصد اور ایک اس کے لئے جہاد۔ ایک نصب العین اور اس کی محبت اور ایک اس کے لئے قربانیاں دینے کا جذبہ۔ یہ وہ چیزیں ہیں جن سے قومیں دنیا میں غالب ہوتی ہیں، زندہ رہتی ہیں، دوسروں پر ان کی ہیبت اور رعب بیٹھتا ہے۔ دوسروں کو جرات نہیں ہوتی کہ تھوڑی تعداد کے باوجود ان کے اوپر رعب ڈالیں یا ان کو ٹیڑھی نگاہ سے دیکھیں یا ان کو نقصان پہنچائیں۔

شروع میں مسلمانوں کا یہی حال تھا، ان کی تعداد زیادہ نہ تھی، ان کے پاس اسلحہ نہ تھا۔ ان کے پاس وہ ساز و سامان نہ تھا جو قیصر و کسریٰ کے پاس تھا لیکن وہ اپنے مقصد سے محبت کی خاطر قربانی دینے کو تیار تھے۔ وہ مقصد بھی حق تھا، اس لئے مزید قوتیں ان کا پورا ساتھ دے رہی تھیں۔ اُنہوں نے تھوڑے عرصے میں دنیا کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک اپنا پیغام پہنچا دیا اور ان کو اپنے دین کے تحت لے آئے۔ انہوں نے یہ سارا کارنامہ صرف اپنے ایمان اور اپنے مقصد سے محبت کے بل پر اور اس کے لئے جہاد کے جذبے سے سرانجام دیا۔ اگر مسلمانوں کا مقابلہ کافر قوموں سے ہو تو کافر قوموں کا مقصد باطل ہے لیکن انحصار اس پر ہوگا کہ اپنے مقصد کے لئے کام کرنے کا جذبہ کتنا ہے، اپنے مقصد کے لئے جانیں دینے کا جذبہ کتنا ہے اور اپنے مقصد کے لئے دنیا کی تکالیف برداشت کرنے کا جذبہ کتنا ہے۔ اگر مقصد غلط بھی ہوگا لیکن جذبے کی یہ قوت ہوگی تو کافر ہونے کے باوجود دنیا کا انتظام اس کے سپرد کیا جائے گا۔

آپ مسلمانوں کی حالت پر غور کریں۔ آخر اس کی ضرورت کہاں پڑتی ہے کہ آدمی موت سے نفرت اور کراہت نہ کرے، موت کے منہ میں جانے سے نہ ڈرے اور دنیا

کے اوپر اس چیز کو ترجیح دے۔ اللہ تعالیٰ نے اس امت کو اپنی کتاب سپرد فرمائی ہے۔ اللہ نے اپنے رسول ﷺ کو بھیجا اس کے ساتھ کتاب اُتاری، اس میں اس کا مقصد یہی بتایا کہ لوگ انصاف کے اوپر قائم ہو جائیں: لَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَيِّنٰتِ وَاَنْزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتٰبَ وَالْمِيْزَانَ لِيَقُوْمَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ ۚ (الحدید 25:57)، ہم نے رسول بھیجے اور ان کے ساتھ واضح کھلی آیات، نشانیاں اور زندگی بسر کرنے کا راستہ بھیجا اور کتاب اتاری، ایسی کتاب جو میزان یعنی ترازو کا کام کرتی ہے اور تول کر بتاتی ہے کہ کیا صحیح ہے کیا غلط ہے، کس عمل کا کتنا وزن ہے، کس نیت کا کتنا وزن ہے۔ دنیا کے اندر ان اعمال کا نتیجہ کیا ہونے والا ہے، اور آخرت میں کیا ہونے والا ہے۔ یہ کتاب ہم نے اس لئے اُتاری ہے کہ لِيَقُوْمَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ (الحدید 25:57) تاکہ لوگ انصاف کے اوپر قائم ہو جائیں۔ پھر آگے فرمایا وَاَنْزَلْنَا الْحَدِيْدَ (الحدید 25:57) اور ہم نے لوہا بھی اُتارا۔ فِيْهِ بَأْسٌ شَدِيْدٌ وَّ مَنَافِعُ لِلنَّاسِ (الحدید 25:57)، اس لوہے میں لڑائی کا سامان ہے، قوت بھی ہے اور لوگوں کے لئے بہت سے نفع ہیں۔ اس سے پُل بنتے تھے، اس سے کھیتی ہوتی تھی، اسی سے کارخانے بنتے تھے، اس سے بہت کچھ بنتا رہا ہے، اب بھی بنتا ہے۔ فرمایا: وَلِيَعْلَمَ اللّٰهُ مَنْ يَّنْصُرُهٗ وَرُسُلَهٗ بِالْغَيْبِ (الحدید 25:57) تاکہ اللہ تعالیٰ اس بات کو آزمائے، اس بات کو جانچے، اس بات کو ظاہر کر دے کہ کون ہے جو اللہ کو دیکھے بغیر اس کی اور اس کے رسولوں کی مدد کرتا ہے۔

اس اُمت کا جو مقصد اور نصب العین ہے، جس کے لئے اس کو جینا اور مرنا چاہئے، جس کی محبت غالب ہونی چاہئے وہ تو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی نصرت اور مدد ہے۔ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی مدد کہہ کر اللہ تعالیٰ نے ایک بڑا پرکشش انداز بیان اختیار

کیا، ورنہ اصل مدد تو انسان خود اپنی کرتا ہے تا کہ لوگ انصاف کے اوپر قائم ہوں۔ اللہ کو اس کی ضرورت نہیں ہے کہ کوئی اس کی مدد کرے، نہ اس کے رسول ﷺ کو اس کی ضرورت ہے کہ کوئی اس کی مدد کرے۔ اسی لئے اس آیت کے آخر میں کہا کہ اِنَّ اللّٰہَ قَوِیٌّ عَزِیْزٌ اللہ تعالیٰ تو خود ساری طاقتیں رکھتا ہے اور ہر چیز پر غلبہ رکھتا ہے۔ وہ چاہے تو چشم زدن میں دنیا کے اندر اس کا دین غالب ہو جائے۔ صرف ایک کُن کہنے کی دیر ہے کہ سارے لوگ درست ہو جائیں اور انصاف کے اوپر قائم ہو جائیں۔ لیکن آزمائش تو زندگی کا مقصود ہے۔ اسی سے گزر کر لوگ زندگی کے اندر جنت کا راستہ بناتے ہیں اور اللہ سے قرب کا راستہ تلاش کرتے ہیں۔ اسی جہاد کے ذریعے وہ اللہ کی نعمتوں کے مستحق ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں دنیا کے مال و اسباب سے اور اور دُنیا کے اندر حکومت اور غلبے اور اور عزت سے سرفراز فرماتا ہے۔ تا کہ اللہ تعالیٰ اس بات کو آزمائے سب کو دیکھ اور جانچ پرکھ لے، کون سی قوم اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی مدد کرنے والی ہے۔ اور اگر آپ اپنی مدد کریں، اللہ کے دین کے لئے اسے غالب کرنے کے لئے کام کریں تا کہ لوگ انصاف کے اوپر قائم ہو جائیں تو اللہ نے اس کو اپنی مدد قرار دیا ہے۔ ایک اور جگہ قرآن نے کہا ہے کہ کُوْنُوْٓا اَنْصَارَ اللّٰہِ۔ اللہ کے مددگار بن جاؤ۔ یعنی اللہ کی راہ میں اپنی جان سے اور اپنے مال سے جہاد کرو۔ جو قوتیں اللہ نے دی ہیں، وہ اس راہ میں لگا دو اور جان کو بھی لگا دو۔ یہ ترقی اور عزت کا راستہ ہے۔

اس اُمت کا مقصد یہ تھا کہ وہ انصاف کے اوپر اللہ کے واسطے گواہ بن کر کھڑی ہو، یہ گواہی کسی کے بھی خلاف جائے۔ اپنے خلاف جائے، رشتہ داروں کے خلاف جائے، امیر کے خلاف جائے، غریب کے خلاف جائے۔ انصاف کے اوپر قائم رہو۔ دوست کا معاملہ ہو، دشمن کا معاملہ ہو ہر معاملے میں انصاف پر قائم رہو۔ سارے

انسانوں کے معاملات قسط یعنی انصاف کے ساتھ کرو۔ یہی وہ طریقہ ہے جس پر چل کر امت دنیا میں غلبہ اور آخرت میں کامیابی حاصل کرسکتی ہے۔

اسی آیت کے پہلے حصہ میں اللہ نے دعوت دی ہے کہ دوڑو، ایک دوسرے سے مسابقت کرو، آگے بڑھنے کی کوشش کرو۔ اس لئے نہیں کہ ہمارے پاس دنیا کا مال و اسباب زیادہ ہو جائے، زینت زیادہ ہو جائے۔ یہ سب تو فنا ہونے والا ہے۔ **سابقوا** ایک دوسرے سے آگے بڑھو۔ اور **سارعو** تیزی کے ساتھ بڑھو اپنے رب کی مغفرت کی طرف اور جنت کی طرف، جس کی وسعت زمین اور آسمان کے برابر ہے۔ یہ بالکل اس آیت سے متصل ہے جس میں یہ کیا گیا ہے کہ اللہ نے اپنی کتاب اس لئے اُتاری، رسول اس لئے بھیجے، میزان اس لئے اُتاری کہ لوگ انصاف پر قائم ہوسکیں۔ اور لوہے کی قوت اس لئے دی کہ جب قوت کی ضرورت ہو تو لوگ قوت کو استعمال کریں۔

جب بھی یہ مقصد نگاہوں سے اُوجھل ہو گیا اور اُمت بھول گئی کہ یہ امت کس لئے بنی ہے اور جب بھی اس مقصد کی محبت دلوں سے اُتر گئی، اس پر دنیا کی محبت غالب ہو گئی اور لوہے کی قوت کو استعمال کر کے قربانی کی جو ضرورت تھی اسے ترک کر دیا تو دنیا میں ذلت و مسکنت حصے میں آئی۔ اللہ تعالیٰ نے پہلے ہی بتا دیا تھا کہ مال کا، کھیتی باڑی کا ان سب کا نقصان ہوگا، بھوک سے اور خوف سے اور ڈر سے ضرور آزمایا جائے گا۔ یہ آزمائش اللہ تعالیٰ نے ایمان کے ساتھ رکھ دی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ: اگر تمہارے باپ اور بیٹے اور بیویاں اور تجارتیں اور مکانات، ان میں سے کوئی چیز تمہیں اللہ سے زیادہ محبوب اور پیاری ہے تو پھر اللہ کے حکم کا انتظار کرو جو شکست اور مغلوبیت کی صورت میں تمہارے اوپر آئے گا۔ جب بھی ایسا ہوا، تاریخ میں مسلمانوں کو اس کا نتیجہ بھگتنا پڑا۔ اگر ڈیڑھ سو سال پہلے مغرب کی قومیں اُٹھیں اور بھوکوں کی طرح

مسلمانوں کے دستر خوان پر گر گئیں اور ان کے وسائل و ذرائع، لوٹ کے غلام بنایا، ذلیل کیا، تعلیم کو بدلا، قوموں کو اپنے مقصد سے غافل کر دیا اور سب کو تقسیم کر کے، لڑا کے یہاں سے وہ چلے گئے۔ بظاہر تو چلے گئے لیکن ان کے پنجے اب بھی گڑے ہوئے ہیں۔ ہندوستان میں انگریز، انڈونیشیا میں ولندیزی اور الجزائر میں فرانس نے یہی کیا۔ یہ سب اسی لئے ہوا کہ یہ اُمت اپنے مقصد سے غافل ہو گئی، اور اس کو بھول گئی۔ اس اُمت کا جواز صرف یہ ہے کہ وہ اسلام کے لئے جدوجہد کرنے کو تیار ہو، اس کے لئے قربانیاں دینے کو تیار ہو اور اس کے لئے موت کے منہ میں جانے کو تیار ہو، زندگی کو اس مقصد سے زیادہ محبوب اور عزیز نہ رکھے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولوں کے لئے بیان فرمایا ہے اور جو فی الحقیقت اس پوری اُمت کا مقصد ہے اور اس کے ساتھ اس اُمت کی زندگی وابستہ ہے۔

اس حدیث کا اصل مقصد تو یہ ہے کہ یہ اُمت اپنے مقصد کے لئے جدوجہد کرنے میں مقصد زیادہ دنیا سے محبت کرنے لگے گی تو اس امت کا یہ حال ہو جائے گا کہ دنیا کی ساری قومیں ایک دوسرے کو بلائیں گی کہ آؤ، دستر خوان بچھا ہوا ہے، اور بھوکوں کی طرح اس پر ٹوٹ پڑیں گی۔ سوا ارب کی تعداد کے باوجود، اسلحے کے ذخائر ہونے ے باوجود، ہزاروں ہوائی جہاز اور ٹینک رکھنے کے باوجود وہی حال ہوگا جیسا نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ جس طرح پانی کے اوپر جھاگ ہوتا ہے۔ دوسری قوموں کے مقابلے میں تمہارا رعب ہوگا، نہ ہیبت ہوگی، نہ خوف ہوگا اور وجہ تمہارے دل کی یہی بیماری ہوگی۔ اس کی وجہ سے تم اپنے مقصد کے لئے کوئی بھی قربانی دینے سے عاجز ہوگے، دنیا کی محبت غالب ہوگی اور موت کا خوف بھی ہوگا۔

موت سے کراہت اور دنیا کی محبت وہ چیز ہے جس سے ملت اور قوم اپنے مقصد

پر چلنے سے عاجز ہو جاتی ہے۔ بنی اسرائیل کے لئے اللہ تعالیٰ نے اسی بات کو بیان فرمایا ہے اور کہا ہے کہ بنی اسرائیل نے کہا کہ ہم کو من اور سلویٰ نہیں چاہئے، ہم کو کھیتی باڑی چاہئے، گیہوں چاہئے، دال، پیاز، لہسن چاہئے۔ دراصل جب من اور سلویٰ کھا رہے تھے تو زندگی جہاد کی زندگی تھی۔ اپنے گھر بار سے نکل کھڑے ہوئے تھے اور مارے مارے پھر رہے تھے۔ ان کی یہ درخواست کہ من اور سلویٰ نہیں چاہئے بلکہ وہ تو چاہتے ہیں کہ بیٹھیں، کھیتی باڑی کریں، اپنا گھر بسائیں اور اپنے دنیا کے کام کرتے رہیں تو یہ دراصل سخت کوشی کی زندگی سے، جو دنیا پر جہاد کو ترجیح دینے کی زندگی تھی، فراغت اور جہاد سے فرار کی خواہش کا اظہار تھا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اچھا تم بس جاؤ، شہر بساؤ، تہذیب بناؤ اور پھر فرمایا: ضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ وَالْمَسْكَنَةُ وَبَاؤُا بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰه ۔ ان پر ذلت اور مسکنت مسلط کر دی گئی ہے اور اللہ کا عذاب ان کے حصے میں آیا۔

آج اُمت مسلمہ کا بھی یہی حال ہے ہم آرام وسہولت کی زندگی چاہتے ہیں۔ اگر ہم دنیا میں عزت، سربلندی اور غلبہ و اقتدار چاہتے ہیں تو ہم کو سعی و جہد کی اور قربانی کی زندگی اختیار کرنا ہوگی۔ ہم دنیا سے محبت نہ کریں، اس کے پیچھے نہ دوڑیں، یہ خود ہمارے قدموں میں آئے گی اور آخرت کی فلاح بھی ملے گی۔

حساب کتاب کی سمجھ

موسیٰ رضا آفندی

آدمی کی زندگی انگنت حسابوں کا مجموعہ ہے۔ حساب کا یہ گورکھ دھندہ اتنا پیچیدہ ہے کہ بڑے بڑے دماغوں کو سمجھ نہیں آتا۔ ہر چیز اپنے ایک حساب سے بنتی، پیدا ہوتی، پروان چڑھتی ہے اور آخرکار فنا ہو جاتی ہے۔ سورج کی شعاعیں، بارش کے قطرے، درختوں کے پتے، سمندر کی لہریں، ریت کی ذرات، جسموں کے بال اور دیگر مخلوق خدا کی تعداد انگنت کے حساب کتاب کے بغیر نہیں ہے۔ جدید ترین تکنیکی، کمپیوٹرائزڈ اور ڈیجیٹل ترقی کے باوجود کسی بھی چیز کا حساب کتاب انسان کی سمجھ میں نہیں آ رہا کیونکہ کائنات پھیل رہی ہے۔ ہر رشتہ ہر حساب رکھتا ہے اور اپنی بساط اور اوقات کے مطابق اپنا اپنا حساب چکاتا رہتا ہے۔ حضرت علیؓ فرماتے ہیں ”میں ایسی زندگی کا کیا کروں جس کے حلال میں حساب اور حرام میں عذاب ہے“ یہ بات اس وقت سمجھ میں آتی ہے جب حلال کھانا بھی حد سے زیادہ کھا لینے کے بعد طبیعت خراب ہو جاتی ہے، پیٹ میں درد اور دل میں متلی آنے لگتی ہے۔ اسی لئے حلال و حرام کا حساب رکھا جاتا ہے جس کے لئے ہر انسان پر دو فرشتے معمور کئے گئے ہیں۔ اگر دنیا میں اس وقت سات ارب انسان ہیں تو چودہ ارب کراماً کاتبین ہیں جو حساب کتاب میں مصروف ہیں۔ اس سے ظاہر ہوتا

ہے کہ حساب لکھا جاتا ہے تاکہ وقت ضرورت پیش بھی کیا جا سکے۔ ہر آدمی جس کا تعلق چاہے کسی پیشے، قوم یا ملک سے ہو، مذہب وملت یا عہدے اور مرتبے سے ہو، وہ بیک وقت حساب دینے اور حساب لینے پر مامور ہوتا ہے کیونکہ کوئی بھی نظام زندگی بغیر کسی حساب کتاب کے نہیں ہوتا۔ حساب کتاب کے بغیر آدمی بھٹک جاتا ہے۔ تسبیح کے دانوں کا حساب بھی اسی طرح کا ہوتا ہے جس طرح کا حساب تجوری کے نمبروں کا ہوتا ہے جس کا تالا صحیح نمبر لگانے کے بعد پورا کھل جاتا ہے۔ قرآن میں ہر چیز کا حساب رکھ دیا گیا ہے اس بات کی تشریح جدید تحقیقات کی روشنی میں روزانہ واضح ہوتی چلی جا رہی ہے ستاروں اور کہکشاؤں کی انگنت تعداد اور ان کا مسلسل پھیلاؤ اب آکر اس بات کو واضح کر رہا ہے۔ وقت اور فاصلے کا باہمی تعلق اسی حساب کتاب کی تفصیل بتاتا ہے۔

اللہ نے قرآن اُس وقت اتارا جب نوع انسانی کی سمجھ اس قابل ہو گئی تھی کہ کائنات میں کارفرما حساب کتاب کی حقیقتوں کو پوری طرح سمجھ سکے۔ یعنی انسان DEDUCTIVE فکر سے نکل کر INDUCTIVE فکر کی راہوں پر چل پڑا تھا۔ اس راہ پر آنے کے بعد ہی انسان نے کائنات کا کھوج لگانے کے لئے چھلانگ لگائی اور آج انسان اس قابل بھی ہو گیا ہے کہ مصنوعی ذہانت سے اپنی طرح کا جیتا جاگتا لیکن احکام کا مکمل طور پر پابند انسان، روبوٹ کی صورت میں بنا سکے۔ انسان اپنے خالق کی نافرمانی بھی کرتا ہے لیکن یہ نافرمانی خالق کا کچھ نہیں بگاڑ سکتی۔ اس لئے کہ اللہ رب العزت انسان کی طرح ناقص خالق نہیں وہ پاک ہے، بے عیب ہے، ہر بات کا علم رکھتا ہے اور ہر چیز پر قادر ہے کیونکہ وہ ہر چیز کا مالک ہے۔ ہر چیز کا آخر کار رجوع اسی کی طرف ہے۔ تبھی تو مسلمان مصیبت کے وقت فوراً پکارتا ہے ''ہم تیری ہی طرف سے آئے ہیں اور تیری طرف ہی جانے والے ہیں'' اس ایک جملے کی پوری سمجھ بوجھ کے

ساتھ ادائیگی، اسے کائنات میں کارفرما حساب کتاب کی وضاحت فراہم کر دیتی ہے۔جب ہمیں معلوم ہے کہ وہ ہر چیز پر قادر ہے اور یہ کہ انسان کو پیدا ہی اس نے اپنی عبادت کے لئے کیا ہے، پھر کیا وجہ ہے کہ ہم گھروں میں اللہ سے زیادہ بیوی بچوں سے ڈرتے ہیں دفتروں میں اللہ سے زیادہ افسروں سے اور گلیوں بازاروں میں تھانیداروں سے زیادہ ڈرتے ہیں؟ کیا ہم نے حساب اُن کو دینا ہے یا اللہ کو؟ یہ بات تو اب روز روشن کی طرح ثابت ہوگئی ہے کہ جو اللہ سے نہیں ڈرتا وہ ہر کسی سے ڈرتا ہے۔ ہر بات سے ڈرتا ہے اور ہر چیز سے ڈرتا ہے۔اگر 14 اگست 1947ء کے بعد ہم اللہ س ڈرنا شروع کر دیتے تو آج ہم بھی دنیا میں شلوار قمیض پہن کر گھوم رہے ہوتے۔ ہم علم و حکمت اور کردار کی اعلیٰ مثالیں چھوڑنے کی بجائے بنگلے، کوٹھیاں، کاریں، پلازے، پلاٹ، ڈالر اور زر و جواہر اولاد کے لئے چھوڑتے جا رہے ہیں۔ یہ جو قرآن اعلان کرتا ہے کہ تمہاری رتی بھر خیر یعنی نیکی اور رتی بھر شر یعنی بدی تمہارے سامنے لائی جائے گی تو اس سے صاف پتہ چلتا ہے کہ حساب کہیں نہ کہیں درج ہو رہا ہے جو ایکشن ری پلے کی طرح آدمی کو دکھا دیا جائے گا تا کہ کوئی انکار کی جرأت نہ کر سکے۔مسلمان کو حساب دینا باقاعدہ طور پر سمجھا دیا گیا ہے کہ اس نے ایک دن پورا پورا حساب دینا ہے۔ اس حساب کیلئے اُسے تیار رہنا ہے اس حساب سے چھٹکارا ممکن نہیں۔تبھی تو اقبال اللہ سے التجا کرتا ہے۔

گر تو می دانی حِسابم ناگزیر
از نگاہِ مصطفیٰؐ پنہاں بگیر

''اگر تو نے لازماً میرا حساب لینا ہے تو کم از کم سرکار دو عالمؐ کے روبرو نہ لینا کیونکہ میرے اندر یہ ہمت اور طاقت نہیں کہ میں حضورؐ کا کلمہ گو ہونے کے باوجود

اپنے حساب کتاب میں انؐ کا سامنا کرسکوں۔‘‘ اگر اقبال جیسے عظیم مسلمان بھی روز محشر حضور اکرم ﷺ کا سامنا کرنے کی تاب نہیں رکھتا تو آپ اور میں کس باغ کی مولی ہیں؟ لیکن وہ جو کہتے ہیں

آں را کہ حساب پاک است

از محاسبہ چہ باک است

’’جس کا حساب پاک ہے، اسے محاسبے سے کیا ڈر ہوسکتا ہے‘‘۔

اللہ کا حساب کتاب اپنے گہرے مگر روز روشن کی طرح عیاں اصولوں کے مطابق ہے۔ اُس کا اعلان کہ ’’ایک بے گناہ کا قتل پوری انسانیت کے قتل کے مترادف ہے اور ایک انسان کی جان بچانا پوری انسانیت کو بچانے کی مانند ہے‘‘۔ انسانوں کے قانون کے مطابق جس نے ایک قتل کیا اسے سزائے موت اور جس نے سو قتل کئے اسے بھی سزائے موت کیونکہ انسان کی طاقت اور قدرت زندگی ختم کرنے کی حد تک ہے۔ انسان سو افراد کے قاتل کو بار بار اس کی کھال چڑھا کر اُسے سو مرتبہ نہیں مار سکتا۔ یہ اس کے بس کی بات نہیں ہے۔ کیا اب بھی ہمارا حساب بیباک ہوسکتا ہے؟ بالکل ہوسکتا ہے کیونکہ وہ رحمان و رحیم ہے۔ اُس نے توبہ کا دروازہ کھلا رکھا ہے وہ اپنے بندوں سے جلد راضی ہو جاتا ہے۔ بندہ بھی تو اُسے راضی کرے تب نا۔ یہی سمجھنے کی بات ہے۔

خدا ہمارا حامی و ناصر ہو۔ آمین۔

ایمانی اخلاق

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تین باتوں کا شمار ایمانی اخلاق میں ہوتا ہے۔

1) جب غصہ آئے تو انسان (مغلوب ہو کر) باطل کے جوہڑ میں نہ ڈوب جائے۔

2) جب خوش ہو تو خوشی (کی بہتات) راہ حق سے برگشتہ نہ کرے۔

3) جب قدرت اور اقتدار پائے، تو وہ چیز نہ لے جس پر اس کا کوئی حق نہیں۔ (المعجم الصغیر)

منجانب احمد حسن ٹیکسٹائل ملز لمیٹڈ ملتان